

مطالعہ سیرت کی فرد اور معاشرہ کی تربیت سازی میں اہمیت

فرحت علوی*

عبدالغفور**

انسان ہر دور میں ترقی یافتہ ہونے کا دعویٰ دار رہا ہے۔ تمام تر وسائل اور ذہانت کے باوجود اس کی معاشرتی زندگی انتہائی بگاڑ اور بد نظمی کا شکار رہی ہے مختلف نظام ہائے زندگی متعارف ہوئے لیکن جزوقتی ہونے کی بناء پر کوئی بھی نظام اشرف المخلوقات ہونے کا احساس دلانے میں مکمل طور پر کامیاب نہ ہو سکا لیکن نبی آخر الزماں ﷺ نے نسل انسانی کی اصلاح کیلئے جو نظام متعارف کروایا ہے اس میں آپ مکمل طور پر کامیاب رہے ہیں اور صرف اپنے ابتدائی دور میں ہی نہیں بلکہ رہتی دنیا تک ایسا مکمل نظام زندگی متعارف کروا دیا ہے کہ اس کا ہر قانون اور ضابطہ نسل انسانی کی اصلاح کیلئے ایک مکمل ضابطہ حیات کا درجہ حاصل کیے ہوئے ہے زیر نظر مقالہ میں سیرت مبارکہ ﷺ کا طریقہ تربیت، وجوہ تربیت اور چند خصائص بیان کیے گئے ہیں جو بہترین زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔

تربیت کا معنی و مفہوم:

اس لفظ کا تعلق عربی زبان سے ہے اور اس کا مادہ ”رب“ ہے۔

قرآن پاک میں ہے کہ:

﴿وَرَبَّآئِبِكُمْ اَلَّتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ﴾ (۱)

”اور تمہاری بیویوں کی بچھلی اولاد جو تمہاری گودوں میں پرورش پاتی ہے“

۱: امام راغب اصفہانی کے نزدیک:

”الرَّبُّ فِی الْاَصْلِ التَّرْبِیۃ وَهُوَ اَنْشَاءُ الشَّیْءِ حَالًا اِلٰی حُدِّ التَّمَامِ“ (۲)

”الرب کے اصل معنی تربیت کرنا یعنی کسی چیز کو تدریجاً نشوونما دیکر حد کمال تک پہنچانا کے ہیں“

۲: ابن منظور فریقی کے نزدیک:

”الرَّبُّ یُطْلَقُ فِی الْلُغَةِ عَلٰی الْمَالِکِ، وَالسَّیِّدِ، وَالْمَدَّیْرِ وَالْمُرْتَبِیِّ، وَالْقِیْمِ، وَالْمَنْعَمِ“ (۳)

”لفظ الرّب لغت میں مالک اور سید اور مدبر اور مربی اور قیم اور منعم پر بولا جاتا ہے“

* اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا۔

** ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا۔

۳: مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کے نزدیک:

”ترتیب اس اثر کا نام ہے جو انسانی ملکات و قوی کی نشوونما کرتا ہے“ (۴)

۴: مولانا امین احسن اصلاحی کے نزدیک:

”ترتیب سے مراد یہ ہے کہ اس (نفس) کے اندر اللہ تعالیٰ نے جو روشنی و دلالت فرمائی ہے کوشش کرے کہ وہ

بجھنے نہ پائے بلکہ اس میں برابر افزودنی ہوتی رہے“ (۵)

ترکیہ کا معنی و مفہوم:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں تربیت کیلئے ترکیہ کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اس کا مادہ ”زکا“ ہے۔

﴿يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ﴾ (۶)

”وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے“

۱: امام راغب اصفہانی کے نزدیک:

”أَصْلُ الزَّكَاةِ أَلْتَسْمُوَ الْحَاصِلُ عَنْ بَرَكَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَيُعْتَبَرُ ذَلِكَ بِالْأُمُورِ الدُّنْيَوِيَّةِ وَالْآخِرَوِيَّةِ (۷)

”الزکا کا اصل معنی نمو (افزودنی) کے ہیں جو برکت الہیہ سے حاصل ہو اس کا تعلق دنیاوی چیزوں سے بھی ہے اور اخروی امور کے ساتھ بھی“

۲: سید سلیمان ندوی کے نزدیک:

”ترکیہ کے لفظی معنی پاک و صاف کرنا، نکھارنا، میل کچیل دور کرنا ہیں، قرآن پاک نے اس لفظ کو اس معنی میں استعمال کیا ہے کہ نفس انسانی کو ہر قسم کی نجاستوں اور آلودگیوں سے نکھار کر صاف ستھرا کیا جائے یعنی اس آئینہ کے زنگ کو دور کر کے اس میں صیقل اور جلا پیدا کر دی جائے“ (۸)

۳: مفتی محمد شفیع کے نزدیک:

”ترکیہ کے معنی ہیں ظاہری و باطنی نجاست سے پاک کرنا، ظاہری نجاست سے تو عام مسلمان واقف ہیں، باطنی نجاست کفر اور شرک، غیر اللہ پر اعتماد کلی اور اعتقاد فاسد، نیز تکبر و حسد، بغض، حب دنیا وغیرہ ہیں“ (۹)

فرد اور معاشرے کی تربیت کا مقصد:

اللہ رب العزت کی ذات مبارکہ اس زمین و آسمان اور انکے ماسواہ جو کچھ ہے اس کی مالک ہے اور سارے عالم اس کی مخلوق ہیں اور اللہ رب العزت کی ذات مبارکہ کسی قانون کی تابع نہیں اور نہ ہی کسی کو اللہ تعالیٰ کے افعال پر کسی قسم کا سوال کرنے کا حق حاصل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فعل و کرم سے ایسا نظام بنایا ہے کہ ہر فعل اور ہر چیز ایک ضابطہ اور قانون کے دائرہ میں

ہے، اور جو اس کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق چلتے ہیں ان کے لیے راحت اور جو خلاف ورزی کرتے ہیں ان کے لیے سزایا عذاب مقرر کر دیا گیا ہے۔

عالم وجود کا آغاز اللہ تعالیٰ کے لفظ ”کن“ سے ہوا اور جن وانس کو یہ زندگی کسی خاص پروگرام یا مقصد کی تکمیل کیلئے دی گئی جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (۱۰)

”میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں“

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اس انداز پر کی کہ انسان کی سوچ، اس کی عبادت اور اس کے افعال کا محور اللہ تعالیٰ کا دین اور

اس کی ذات مبارکہ ہو جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَ لَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (۱۱)

”پس اللہ کے دین کیلئے سب سے کٹ کر یک رخ ہو کر اپنا چہرہ سیدھا رکھ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اس کی خلق (بنائی ہوئی فطرت) میں کوئی تبدیلی نہیں یہ سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں“

اب یہ فرد کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ اپنے وجود کو صحیح طور پر نشوونما دے یا پھر معاصی اور شہوات میں ضائع کر دے اس

بات سے متعلق مثال کے طور پر حدیث مبارکہ ہے کہ جس میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَبُورَهِ يَهُودَانِهِ أَوْ نَصْرَانِهِ أَوْ مَجْسَانِهِ، كَمَا تَنْتَجِ الْبَيْهَمَةُ بِبَيْهَمَةٍ جَمْعَاءُ، هَلْ تَحْسُونَ فِيهَا مِنْ جُدَعَاءُ؟ (۱۲)

”ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جتنے بچے پیدا ہوتے ہیں وہ سب اپنی فطرت یعنی اسلام

پر پھر انکے ماں باپ ان کو یہودی نصرانی پارسی بنادیتے ہیں جیسے چوپایہ جانور پورے بدن کا ہوتا ہے کہیں تم نے

کن کتا بھی پیدا ہوتے دیکھا ہے؟“

فطرت پر پیدا ہونے سے مراد اکثر علماء کے نزدیک دین اسلام پر پیدا ہونا ہے تو جس طرح اس حدیث میں بتایا گیا ہے

کہ ہر انسان میں فطری اور خلقی طور پر اسلام و ایمان کی صلاحیت رکھی جاتی ہے پھر کبھی اس کے ماں باپ اس صلاحیت کو ضائع کر

کے کفر کے طریقوں پر ڈالتے ہیں۔ (۱۳)

اللہ تعالیٰ نے فرد کی تربیت کیلئے صرف نظام عدل و انصاف کے قیام پر ہی اکتفا نہیں کیا اور نہ ہی دنیا کی حکومتوں کی طرح

صرف ضوابط اور قوانین تشکیل دینے کو ہی حرف آخر سمجھا بلکہ ضوابط و قوانین کے ساتھ ساتھ ایک مکمل اور مربوط نظام تربیت قائم کیا

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو محض قوانین و تعزیرات کا مجموعہ نہیں بلکہ کتاب ہدایت بنایا، اور ایک ایک قانون کے ساتھ ایسے طریقے بتلائے کہ جن سے قانون پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

﴿الَّذِينَ هَدَىٰ لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ﴾ (۱۴)

”اس کتاب میں کوئی شک نہیں، پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں“

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نظام کی ضرورت کے پیش نظر اپنے انبیاء و رسل بھیجے اور ان کے ساتھ آسمانی کتب ہدایت بھیجیں اور پھر افراد، جماعتوں اور قوموں سے مختلف اوقات اور حالات میں ان انبیاء کے ذریعے عہد و پیمانہ لیکر ان کو قانون کی پابندی کیلئے تیار کیا گیا۔ تربیت فرد کے حوالے سے انسان کو تمام قوتیں عنایت کی گئیں یعنی اعتدال مزاج کا اور حواس ظاہری و باطنی اور قوائے طبعیہ، حیوانیہ، نفسانیہ سب اس کو دیئے اور نیکی بدی کے راستوں پر چلنے کی استعداد رکھی ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ:

﴿فَالْتَمَسْنَا لَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ (۱۵)

”پھر اس کے دل میں گناہ اور پرہیزگاری (کی سمجھ) ڈالی“

یعنی یہ اختیار دیا گیا کہ وہ چاہے اچھائی کا راستہ اختیار کرے چاہے گناہ کی منزل پکڑ لے البتہ دونوں رستوں کی خوبیاں اور خامیاں اس کے سامنے رکھ دی گئی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ رَزَقْنَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا﴾ (۱۶)

”تحقیق کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا اور تحقیق نامراد ہوا جس نے اسے خاک میں ملایا“

اب ضرورت اس بات کی تھی کہ اس انسان کی نیکی کی صلاحیتوں کو قوت و ترقی دینے اور برائی کی صلاحیتوں کو کمزور کرنے کا کوئی ایسا موثر طریقہ کار اختیار کیا جائے، اس مقصد کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس انسان کی ہدایت کا بند و بست فرمایا اور اس کی تعلیم و تربیت کیلئے انتظام کیا۔

فرد و معاشرہ کی تربیت کی اہمیت:

معاشرہ انسانوں کے اس مجموعہ کا نام ہے جو باہم مل جل کر ساتھ رہنا چاہتے ہوں جو مختلف نظریاتی، تاریخی، تہذیبی

تعلقات کی بدولت ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوں بنیادی طور پر دو چیزیں معاشرہ کی اساس ہوں۔

۱: افراد کا مجموعہ

۲: ان کا احساس کہ ہمیں ساتھ رہنا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا کہ اگر معاشرہ افراد کے مجموعہ کا نام ہے پھر معاشرے کیلئے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے کہ امن و سلامتی اور خوشیاں مقدر بن جائیں اور کامیابی و کامرانی قدم چومے۔

اس کیلئے سب سے پہلے فرد کی تربیت ضروری ہے کیونکہ فرد کی تربیت دراصل پورے معاشرے کی تربیت کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ معاشرہ افراد کے مجموعہ کا نام ہے تو پھر جیسے افراد ہوں گے ویسا ہی معاشرہ بھی ہوگا مثال کے طور پر اگر خاکشیر تعداد میں بھی ہوں تو ان میں پھولوں کی خوشبو پیدا نہیں ہو سکتی اور پتھروں کا ڈھیر پتھر ہی رہے گا ہیروں میں تبدیل نہیں ہو سکتا بالکل اسی طرح معاشرے کا حسن اسی صورت قائم رہ سکتا ہے جب اس کے افراد کی ایک معقول تعداد کی انفرادی سیرت اچھی ہو، جو اجتماعیت پیدا کر سکتی ہو۔

کسی بھی معاشرے میں کوئی تبدیلی مقصود ہو تو ایسی تبدیلی بھی انفرادی کی کوشش سے ہوتی ہے اور اجتماع کا رنگ بدل جاتا ہے یہ کام وہی افراد انجام دیتے ہیں جو اچھی سوچ اور فکر کے مالک ہوں اور ان کی سیرت مضبوط ہو اور خود اجتماع کا رنگ اختیار کرنے کے بجائے اس کے رنگ کو بدل ڈالنے والے ہوں اس سے یہ بات ثابت ہے کہ افراد کی سیرت و کردار معاشرے کی اصلاح اور تاریخ کی تعمیر میں بڑا اہم اور مثبت رول ادا کرتے ہیں۔ ہر دور میں معاشرتی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ فرد کی تربیت کا رہا ہے اور عصر حاضر میں فرد کی تربیت کے لئے سوسائٹیاں قائم ہیں لیکن پھر بھی یہ مسئلہ اپنی جگہ موجود ہے اور فرد جب تجارت کرتا ہے تو ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری کا مظاہرہ کرتا ہے اور اگر مفلس ہے تو پھر اپنی مفلسی کو دور کرنے کے لئے ہر ناجائز ذرائع تک رسائی کی کوشش کرتا ہے اور اگر اقتدار حاصل کر لے تو اپنے ملک یا علاقے کی سرحدوں میں وطن پرست اور دوسرے انسانوں کے لئے جلاد کا کردار پیش کرتا ہے اگر قانون سازی کا قلم دان سنبھالتا ہے تو معاشرے میں دو طبقاتی نظام کی بنیاد رکھتا ہے اور اگر ایجاد کی صلاحیتوں پر مشتمل دماغ ہو تو پھر زہریلی گیسوں اور انسانی قتل کا سامان ایجاد کر کے فخر محسوس کرتا ہے اور اگر ان کے استعمال کی صلاحیت مل جائے تو انسانوں کی بستیاں تباہ کرنے پر چل نکلتا ہے اور ان کی آن میں زندوں کے شہر، شہرِ خموشاں بنا ڈالتا ہے۔

الغرض معاشرے کی تربیت اور اصلاح کے لئے فرد کی تربیت بنیادی اکائی کا درجہ رکھتی ہے اور اگر اچھا فرد ہوگا تو اچھا ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، تاجر، استاد، طالب علم و دیگر معاشرتی کرداروں میں اچھائی کا حامل ہوگا اور معاشرہ بھی درست سمت میں اور انسانی خواہشات کا امین ہوگا اور انسانی خواہشات بھی لازمی طور پر پیکیزگی کی حامل ہوں گی تو ان سب کے لئے ہمیں لامحالہ طور پر ایسی تعلیمات کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو انسانی زندگی کا مکمل طور پر احاطہ کرتی ہوں یا ایسی شخصیت کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو انسان کا کامل کاشف حاصل کیے ہوئے ہو، جس کی زندگی کا ایک لمحہ انسان کی راہنمائی کا سامان لیے ہوئے، ایسی زندگی جو انسان کے تخیل کی پاکیزگی، کردار کی خوبی، گفتار کی نرمی اور جذبات کی رحم دلی کا درس دیتی ہو جس سے معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے۔

ان سب خواہشات کی تکمیل کے لئے ہمیں نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ (انسانِ کامل) کی سیرتِ مبارکہ کے مطالعہ کی ضرورت ہے اور اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے اور خود اللہ تعالیٰ انسان کی راہنمائی کے لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۱۷)

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے“

مطالعہ سیرت اور اس کی ضرورت واہمیت:

لفظ سیرۃ سے دراصل سار، بسیر، سیرا و سیرا سے نکلا ہے اور اس کے معنی جانا، روانہ ہونا، چلنا، طریقہ و مذہب، سنت، وغیرہ۔

آپ ﷺ کے تمام حالات کا بیان بمعنی سوانحِ عمری۔ (۱۸)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیرت کیا ہے اور جدید دور میں اس کی کیا اہمیت ہے اور سیرت کے انفرادی و اجتماعی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں

سیرت کی ضرورت بحیثیت انسان بھی ہے، قرآن پاک میں ہے کہ

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (۱۹)

”اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے“

قرآن کے اس دعویٰ کی سچائی کے لئے اس انسان پر لازم ہے کہ وہ حیاتِ پاک میں اس کی سچائی تلاش کرے، دنیا میں ہر خطہ پر بڑی شخصیتوں نے جنم لیا، لیکن آج کا انسان ان کے بارے میں لاعلم ہے، اور اکثر یہ شخصیات انسانی علم سے اوجھل ہیں، لیکن جو چند اشخاص علمِ تاریخ کے دائرے میں آگئے ان کے حالات زندگی مکمل طور پر معلوم نہیں ہیں جن کی روشنی میں انسان اپنے لئے راہنمائی تلاش کر سکے، اور ان کے حالات اتنے مختصر ہیں کہ ان کی شخصیت کے بارے میں وضاحت موجود نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ جن کے بیروکار تسلسل کے ساتھ موجود ہیں لیکن ان کے پاس بھی ان انبیاء کرام کے حالات زندگی مکمل طور پر موجود نہیں ہیں اور جو معلومات موجود ہیں وہ انسانیت کی راہنمائی کا مکمل سامان فراہم کرنے سے قاصر ہیں اسی طرح دیگر مذاہب، بدھ مت، ویدک دھرم، آریں دھرم اور زرتشت کے پیشواؤں کے حالات زندگی بھی تاریخی سچائیوں سے محروم ہیں لیکن پیغمبرِ آخر الزماں ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا ایک ایک لمحہ آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی مکمل اور اصل حالت میں موجود ہے۔

آج مذاہب کی تاریخ میں کتنے لوگ ہیں جو یہ دعویٰ کر سکیں کہ ہمارے ادتار، ہمارے پیغمبر، ہمارے بھگوان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ محفوظ ہے اگر وہ یہ دعویٰ کریں گے بھی تو اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوگی کتابیں بتاتی ہیں کہ بعض مذاہب والے تو اپنی

کتائیں بھی محفوظ نہ رکھ سکے لیکن ہمیں فخر ہے کہ ہم نے اپنا سرمایہ مذہب محفوظ رکھا ہے۔

اگر فردا اور معاشرتی زندگی کی تربیت کیلئے عقل و فہم، تدابیر حکمت، تربیت گاہیں، خانگی زندگی کی تربیت کیلئے مختلف طریقوں کی ایجاد اور گھریلو زندگی کے سکون کیلئے لٹریچر، اور ان سب سے بڑھ کر سرمایہ اور وسائل ان سب کی موجودگی بنیادی ضرورت ہوتی تو آج یہ سب کچھ اہل یورپ یا مغرب کے پاس یہ سب کچھ موجود ہے، لیکن اس کے باوجود ان کی اپنی قراردادوں اور اعلانوں کے مطابق آج وہاں معاشرتی زندگی کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہیں اور امن و اطمینان سے وہ لوگ میلوں دور ہوتے جا رہے، اس کی وجہ اسباب کی کمی نہیں بلکہ مسبب الاسباب سے رابطے کی کمی ہے اور اس ذات اقدس ﷺ کی سیرت مبارکہ کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کمی ہے جس کے بارے میں قرآن پاک راہنمائی کرتا ہے کہ:

﴿ وَمَا اَنْتُمْ بِرُسُلٍ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَكُمُ عَنْهُ فَاَنْتَهُوْا ۝ (۲۰)

” اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ“

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کبھی کسی فرد یا معاشرے نے آپ کی سیرت مبارکہ کی طرف رجوع کیا اسے راہنمائی کے لیے مکمل سامان میسر آیا اور زندگی کا کوئی پہلو ایسا ثابت نہیں کیا جا سکا جس کے لئے سیرت نبوی میں راہنمائی موجود نہ ہو اور پھر اس راہنمائی میں کامیابی نہ ہو سیرت مبارکہ انسان کی مجموعی ترکیب اور مکمل جسمانی ساخت (جسم، عقل اور روح) کو مد نظر رکھ کر اس کی فطرت کے موافق نظام حیات مہیا کرتی ہے سیرت مبارکہ ایک طرف انسانی وجود کو یہ موقع فراہم کرتی ہے کہ اس وجود کے بعض پہلو ابھرتے اور اوجھل ہوتے رہیں اور پھیلنے اور سکڑتے رہیں کوئی لمحہ عبادت کا ہو کوئی گھڑی سوچ و فکر کی ہو، کوئی وقت عملی جدوجہد کا ہو اور کوئی ساعت جسمانی لذت و سرور کی ہو تو اس کی مکمل راہنمائی کی جائے اور دوسری طرف ان تمام مواقع کے حصول کے لئے انسان کی راہنمائی کا سامان لیے ہوئے ہے سیرت مبارکہ انسان کو زندگی کے کسی بھی پہلو میں تنہا نہیں چھوڑتی اور سب سے اہم پہلو سوچ و فکر میں بھی اس کی راہنمائی اس انداز سے کرتی ہے کہ اس کا رشتہ اللہ سے استوار رہتا ہے یعنی انسان کی فکر و روح میں ہم آہنگی برقرار رہتی ہے بلکہ سیرت مبارکہ انسان کو جسمانی لذت و سرور کی گھڑیوں میں بھی بالکل تنہا نہیں رہنے دیتی اور اس کا تعلق اللہ سے جوڑتی ہے چنانچہ سیرت طیبہ کی ہدایات یہ ہیں کہ انسان جب کھائے پیئے تو بسم اللہ پڑھ کر شروع کرے حتیٰ کہ اگر کوئی شب باشی کے لئے اپنی بیوی کے پاس جائے تو تب بھی بسم اللہ پڑھے، آپ کا ارشاد ہے کہ:

”عن ابی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ بكل تسبیحة صدقة و کل تکبیرة صدقة و کل تحمیلة صدقة و کل تہلیلة صدقة و امر بالمعروف صدقة و نہی عن المنکر صدقة و فی بضع احدکم صدقة قالوا یا رسول اللہ ﷺ ایتى احدنا شہوتہ و یكون لہ فیہا اجر قال ارایتم لو وضعہافی حرام اکان علیہ فیہ و ارا فکذلک اذا وضعہا فی الحلال کان لہ اجر“ (۲۱)

”ابی ذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے اپنی بیویوں کے پاس جانے کے عمل میں بھی

ثواب رکھا گیا ہے، صحابہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا ہماری نفسانی خواہش پر بھی ثواب ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ کیوں نہیں کیا اگر تم اس خواہش کی تکمیل حرام طریقے پر کرتے تو کیا گناہ نہ ہوتا اسی طرح جب تم اس کی جائز طریقے پر تکمیل کرتے ہو تو اس پر ثواب بھی ہے“

سیرت مبارکہ نے خالص دنیاوی اداروں مثلاً شادی، میراث اور اقتصادی سرگرمیوں اور صلح و جنگ کے معاملات کو عقیدت کی اساس پر استوار کیا ہے اور سب کو عقل، جسم اور روح کے ساتھ مربوط کر کے ہر ایک کے بارے میں ہدایات ربانی بتلائی ہیں۔ اسلام میں تربیت فرد کے ذرائع:

قرآن وحدیث کی درق گردانی سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ انسان کا تعلق اپنے خدا کے ساتھ چار بنیادوں پر قائم رہتا ہے:

۱: ایمان:

ایمان سے متعلق قرآن پاک میں یوں ارشاد ہوتا ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِن قَبْلُ وَمَنْ يُكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلْآئِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ (۲۲)

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول ﷺ پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں، ایمان لاؤ! جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اسکی کتابوں سے اور اسکے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا“

اسی طرح حدیث جبرائیل میں ہے کہ جب ایک سائل مختلف سوالوں کے بعد آپؐ سے یہ سوال کرتا ہے کہ حضور مجھے

بتلائیے کہ ایمان کیا ہے؟ حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: كان النبي ﷺ بارزا يوما للناس، فأتاه جبريل فقال: ما الإيمان؟ قال: (أن تؤمن بالله وملائكته وبقائه ورسله وتؤمن بالبعث) (۲۳)

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص آیا اور

پوچھنے لگا کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اس کے فرشتوں کا اور اس سے ملنے کا

اور اس کے پیغمبروں کا یقین کرے اور مر کر جی اٹھنے کو مانے“

۲: عبادات:

یہ اللہ تعالیٰ سے ہمارے تعلق کی بنیاد ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح ہوا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (۲۴)

”میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں“

عبادات کی تین اقسام ہیں:

۱: قولی ۲: مالی ۳: بدنی

۱: قولی عبادات:

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، یہی وہ خاص بنیادی نقطہ ہے جس کی وضاحت اور جسے اپنے بندوں کے دلوں میں راسخ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو مبعوث فرمایا، تمام انبیاء و رسل کی دعوت کا مرکزی موضوع یہی تھا، اور امام الانبیاء نے بھی مکی دور کی تیرہ سالہ پیغمبرانہ زندگی اپنی دعوت و تبلیغ کو اصلاح عقائد اور تعلیم پر ہی مرکوز رکھا، خود اللہ تعالیٰ نے اسی موضوع پر خوب زور دیا ہے ابتدائی ہی سے اس موضوع پر زبردست توجہ دی گئی اور اسی نقطہ کی وضاحت کے لئے انبیاء نے ہر قسم کی مشکلات کو برداشت کیا تاکہ بندگان خدا اپنے خالق و مالک کو پہچان سکیں اور اس ہی کی معرفت حاصل کریں، اور ان کی جبین نیاز میں جب بھی سجدہ تڑپے تو اپنے مالک کی چوکھٹ پر ہی سجدہ ریز ہوں، جب بھی عبادت کریں تو صرف اس کی کریں، پکاریں تو اس کو پکاریں، مانگیں تو اسی سے مانگیں، ڈریں تو اسی سے ڈریں، جنیں تو اسی کے لئے جنیں، اور میں تو اسی کے لئے مریں، جب کہ قرآن پاک میں ہے کہ:

﴿قُلْ إِنْ صَلَّيْتُمْ وَنَسَّيْتُمْ وَمَسَّيْتُمْ وَمَسَّيْتُمْ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (۲۵)

”آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنایا سب خالص اللہ ہی کا

ہے جو سارے جہان کا مالک ہے“

لا الہ الا اللہ کہہ کر انسان یہ اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری کوئی شخصیت یا ہستی عبادت کے لائق نہیں، عبادت صرف نماز، روزے، حج اور زکوٰۃ ہی کا نام نہیں ہے بلکہ قولی عبادت میں دعا و پکار اور ذکر و اذکار بھی ہے، دعا و پکار کے عبادت ہونے کی دلیل کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ (۲۶)

”اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری

عبادت سے خود سہی کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے“

اس آیت میں اللہ نے دعایا پکارنے کو اپنی عبادت قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گمان کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ

ہر وقت اپنے بندوں کے ساتھ ہے جب وہ اسے بلاتے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ یقول انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا دعانی“ (۲۷)

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوں (علم اور سمع اور مدد اور توفیق اور اجابت سے) جب وہ مجھے بلاوے“
جب کہ نماز کی ہر حرکت میں انسان یہ اعتراف کرتا ہے ”ایاک نعبد“ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

۲: مالی عبادت:

عبادت کی اقسام میں دوسری قسم مالی عبادات ہیں جیسے صدقہ، خیرات کرنا، قربانی دینا، زکوٰۃ دینا اور نذرو نیاز دینا وغیرہ، یہ سب چیزیں مالی عبادات میں شمار ہوتی ہیں، یہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہونی چاہئیں، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (۲۸)

”پس تو اپنے رب کیلئے نماز پڑھا اور قربانی کر“

اسی طرح ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

”عن عامر بن وائل قال قال رسول الله ﷺ يسر اليك شيئا دون الناس فغضب علي حتى احمر وجهه وقال ما كان يسر الي شيئا دون الناس غير انه حدثني باربع كلمات وانا وهو في البيت فقال لعن الله من لعن والده لعن الله من ذبح لغير الله ولعن الله من اوى محدثا ولعن الله من غير منار الارض“ (۲۹)

۳: بدنی عبادت:

عبادت کی اقسام میں بدنی عبادات بھی ہیں، جیسے نماز، حجگاہ، تہجد اور دیگر نوافل، رمضان المبارک کے روزے یا دیگر نفل روزے اور حج وغیرہ جبکہ حج ایک ایسی عظیم الشان عبادت ہے کہ اس میں مال خرچ ہوتا ہے، اس لئے یہ مالی عبادت بھی ہے، ذکر و اذکار اور دعاؤں کے بکثرت ہونے کی وجہ سے یہ قوی عبادت بھی ہے اور سفر کی مشقتوں کی بناء پر یہ بدنی عبادت بھی ہے، گویا کہ حج مالی، قوی اور بدنی ہر قسم کی عبادات کا مجموعہ ہے ایسے ہی سجدہ بھی بذلتہ ایک عبادت ہے اور بدنی عبادت کی یہ تمام اقسام اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں، ایک مسلمان جو حج تو اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہے اور بیت اللہ کا طواف بھی اسی کی عبادت سمجھ کر کرتا ہے جیسے کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُوفُوا نُدُورَهُمْ وَلِيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (۳۰)

”پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں“

اسی بناء پر حکم الہی عین عبادت ہے اور باعث اجر و ثواب ہے ایسے ہی مسلمان نمازوں میں تو اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے جیسے

کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَاسْحُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ (۳۱)

”اور سجدہ کر اور قریب ہو جا“

حکمِ الہی کی رو سے عبادت ذریعہ نجات اور قربِ الہی ہے، الغرض عبادت کے جتنے بھی انداز ہیں، انہیں کسی غیر اللہ کے لئے اختیار کرنا، صحتِ عقیدہ کے منافی ہے اسی لئے ہر انسان کو اپنے عقیدے کی اصلاح کرنی چاہئے تاکہ آخرت کی زندگی میں اپنی عبادت کا ثمر پائیں، اللہ تعالیٰ کے دائرہ عبودیت سے کائنات کی کوئی چیز خارج نہیں، ذرہ ذرہ اس کی غلامی میں جکڑا، اس کی غلامی کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے، انسان کے اعضاء اس کی غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں، زبان بولنے اور چکھنے کا کام کر رہی ہے، کان سننے کا کام کر رہے ہیں، دل وہی کام کر رہا ہے جو قدرت نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہے اس طرح معدہ و آنتیں اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں، عبودیت اور عبادت میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ عبودیت غیر اختیاری ہے اور عبادت اختیاری ہیں، انسان سے عبودیت کا نہیں، عبادت کا مطالبہ ہے کیونکہ عبد تو ہے ہی البتہ جن معاملات میں اس کو ارادے اور عمل کی آزادی دی گئی ہے اُن میں بھی وہ بندگی اور غلامی کی روش اختیار کرے، یہی عبادت ہے۔ اس کو اپنا آقا، مالک اور حاکم و مقصود سمجھے اور خود کو اس کا غلام و مملوک اور محکوم و عابد سمجھے، اس غلامی کا تقاضہ ہی یہ ہے کہ غلام کی مرضی آقا کی مرضی میں ضم ہو جائے، ایک غلام وہی کھائے گا جو آقا اس کو کھلائے گا وہی پہنے گا جو آقا اس کو پہنائے گا وہ ہر لمحہ اس کی رضا اور خوشنودی کا طلب گار ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سے بندگی اور غلامی کا یہ تعلق جتنا مستحکم ہو گا وہ اتنا ہی کمال انسانیت حاصل کرے گا کیونکہ عبد کامل ہی انسان کامل ہوتا ہے۔ رسول ﷺ کو انسان کامل اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ عبد کامل ہیں، بڑا شرف ہے کہ قرآن پاک میں آپ کو زیادہ تر موقعوں پر عبد ہی کے لقب سے یاد فرمایا گیا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی یہ ایک غلامی ہزاروں غلامیوں سے نجات دلاتی ہے۔

۳: محبت:

یہ اللہ تعالیٰ سے ہمارے تعلق کی تیسری بنیاد ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر کیا ہے جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں، ارشاد ہے:

﴿وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (۳۲)

”اور احسان کرو، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے“

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہماری محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اس کی بتائی ہوئی شریعت اور احکامات پر عمل کریں، اور اس کے رسولوں کی پیروی کریں، تب ہی اللہ تعالیٰ سے ہماری محبت ہوگی اس کے علاوہ اگر ہم کسی اور راستے پر چل نکلے اور اس کے بتائے ہوئے دین پر عمل نہ کیا، تو اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہماری محبت کا اظہار نہیں ہوگا اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (۳۳)

”کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا

اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے“

عبد کی حیثیت سے معبود سے محبت کرنا فطری عمل بھی ہے اور ایمان و عبدیت کا تقاضہ بھی ایک غلام کو اپنے آقا سے جتنی محبت ہوتی ہے اتنی کسی غیر سے نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ سے اس تعلق کی بنیاد صحیح معنی میں اس وقت مستحکم ہوتی ہے، جب انسان کا ہر کام خدا کے لئے ہو کر رہ جائے اس کے ہر چھوٹے بڑے فعل کا محور، ذات خداوندی ہو جائے وہ جسم جان کے تقاضے پورے کرے تو اسی لئے کرے کہ خدا نے اس کو اس چیز کا حکم دیا ہے وہ بیوی بچوں کیلئے معیشت کرے تو اس لئے کرے کہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے وہ کسی کا احترام کرے تو اس لئے کرے کہ خدا نے حکم دیا ہے جیسے کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

”عن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ ثلث من كن فيه وجد طعم الايمان من كان يحب المرء لا يحبه الا لله ومن كان الله ورسوله احب اليه مما سواهما ومن كان ان يلقى في النار احب اليه من ان يرجع في الكفر بعد ان انقذه الله منه“ (۳۴)

”انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس میں تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پائے گا۔ جو شخص کسی سے دوستی رکھے پھر اس سے دوستی نہ رکھتا ہو مگر خدا کیلئے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دوستی رکھے دوسرے اور سب لوگوں سے یا چیزوں سے زیادہ اور جو آگ میں ڈالا جانا پسند کرے مگر پھر کفر اختیار کرنا پسند نہ کرے جب خدا نے اس کو کفر سے نجات دی“

انسان کو خدا سے اتنی محبت ہو کہ ہر محبت اس کے آگے مغلوب ہو جائے اس کی عملی صورت یہی ہے کہ اس کا ہر کام خدا کی رضا اور خوشنودی کیلئے ہو۔

۴: اتباع رسول ﷺ:

قرآن پاک میں آپ کی حیات طیبہ کو مسلمانوں کیلئے اسوۂ حسنہ اور بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے اور آپ کے ارشادات اور احکام کی غیر مشروط اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس موضوع کا دوسرا رخ بھی بیان کر دیا ہے کہ اگر کسی نے میری اور میرے رسول کی نافرمانی کی تو اس انجام کبھی اچھا نہ ہوگا۔ ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَبِأَمْرِهِ إِتَّقَ فَإِنَّ ذَلِكَ لَهُ جُزْءٌ مِمَّا رَزَقْنَا الْوَالِدِينَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَالْمُسْلِمِينَ﴾ (۳۵)

”اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے

وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لیے رسوا کن عذاب ہے“

آپ کے فیصلوں کی نافرمانی کو عدم ایمان کی نشانی اور آپ کی اطاعت کو ایمان کی علامت بتاتے ہوئے قرآن پاک میں

یوں ارشاد ہے کہ:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحِجُّوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (۳۶)

”سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں“

وہ امور جن سے انسان اپنی تربیت و اصلاح صحیح معنوں میں کر سکتا ہے اور اپنے تعلق کو اللہ کے ساتھ مضبوط کر سکتا ہے ان

میں سے ایک اتباع رسول بھی ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے کہ:

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ”كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، إِلَّا مَنْ أَبِي قَالَ وَأَيَا رَسُولِ اللَّهِ وَمَنْ يَأْتِي قَالَ ”مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبِي“ (۳۷)

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے سب لوگ (گودہ گناہ گار ہوں ایک نہ ایک دن بہشت میں جائیں گے) مگر جو میری نافرمانی کرے، صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نافرمانی کرنے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے میری بات سنی (میری اطاعت سب کی اطاعت پر مقدم رکھی) وہ تو بہشت میں جائے گا، جس نے میری بات نہ سنی وہ دوزخ میں جائے گا“

ایک اور مقام پر آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری اطاعت کا حق تم اس وقت تک ادا نہیں کر سکتے ہو جب تک تم اپنی خواہش

نفس کو ختم نہیں کر لیتے اور صحیح معنوں میں اس حدیث کے مصداق نہیں بن جاتے، فرمایا:

”عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من ولده ووالده والناس اجمعين“ (۳۸)

”انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی تم میں سے مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو

میري محبت اولاد، ماں، باپ اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو“

سیرت مبارکہ کے تیار کردہ فرد و معاشرہ کی خصوصیات:

سرور کائنات کو گودھانے تمام عالم کی اصلاح کے لئے بھیجا تھا اور اسی بناء پر ایسی شریعتِ کامل عطاء کی جو نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم کے لئے ابد تک کافی ہے لیکن کوئی شریعت، کوئی قانون، کوئی دستور العمل اس وقت تک کارآمد و مفید نہیں ہو سکتا جب تک اس کے ساتھ ایسا گروہ موجود نہ ہو جو اس شریعت کی عملی تصویر ہو اور جس کی ہر بات، ہر ادا، ہر جنبش عملی خطیب بن کر گرد و پیش کو اپنا ہم زباں اور اپنا ہم عمل بنا لے اس بناء پر خاتم الانبیاء کا سب سے اہم مقصد ایک خاص قوم کو تربیت دے کر اصلاحِ عالم کے لئے تیار کرنا تھا۔ (۳۹)

دوست دشمن سب کو اس کا اعتراف ہے کہ انبیاء میں یہی برگزیدہ ہستی ہے کہ جس نے کم سے کم مدت میں اپنی بعثت و رسالت کے زیادہ سے زیادہ فرائض ادا کیے اور اصلاحاتِ انسانی کا کوئی گوشہ ایسا نہ چھوڑا جس کی تکمیل اس کی تعلیم اور عمل سے نہ ہو

گئی ہو اور یہ اس کے لئے تمام انبیاء میں خاتم نبوت، مکمل دین اور آخری معلم کی حیثیت آپ ہی کو عطا ہوئی تھی، اگر انسان کی عملی و اخلاقی و دینی ضرورتوں کا کوئی گوشہ آپ کے فیض سے محروم رہ کر تکمیل کا محتاج ہوتا تو آپ کے بعد بھی کسی آنے والے کی حاجت باقی رہ جاتی حالانکہ آپ نے فرمایا ہے:

”عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال فضلت علی الانبیاء بسبب اعطیت جوامع الکلم و نصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض طهوراً ومسحداً و ارسلت الی الخلق کافۃ و حتم بی النبیین“ (۴۰)

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ کو چھ باتوں کی وجہ سے اور پیغمبروں پر فضیلت دی گئی پہلی تو مجھ کو وہ کلام ملا جس میں لفظ تھوڑے اور معنی بہت ہیں اور میں مدد دیا گیا رعب سے اور مجھے غنیمتیں حلال کی گئیں اور میرے لیے ساری زمین پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ کی گئی اور میں تمام مخلوقات کی طرف بھیجا گیا اور میرے اوپر نبوت ختم کی گئی“

عقائد ہوں کہ عبادات، اخلاق ہوں کہ آداب تمدن، خانگی معاملات ہوں یا لین دین کے کاروبار، انسان کے ساتھ معاملہ ہو یا خدا کے ساتھ سب کا ماخذ آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ ہے ہر انسان کا تعلق تو اپنے خالق کے ساتھ ہے جس کا تعلق ایمان سے ہے اور دوسرا تعلق اپنے خالق کی دوسری مخلوقات کے ساتھ ہے جس کا تعلق عمل صالح سے ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ﴾ (۴۱)

”اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کیے انہیں میں اپنے نیک بندوں میں شمار کر لوں گا“

گویا فرد صالح کی دو بنیادی خصوصیات یہ ہیں:

۱: ایمان
۲: عمل صالح

ایمان کیا ہے؟

ایمان کے بارے میں آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

”عن ابی ہریرۃؓ قال کان رسول اللہ ﷺ يوماً بارزاً للناس فاتاہ رجل فقال یا رسول اللہ ما الایمان قال ان تؤمن باللہ و مملکتہ و کتبہ و لقاہ و رسلہ و تؤمن بالبعث الاخر“ (۴۲)

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن لوگوں میں آئے اتنے میں ایک شخص آیا اور بولا: یا رسول اللہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو یقین کرے دل سے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس سے ملنے پر اور اس کے پیغمبروں پر اور یقین کرے پچھلے جی اٹھنے پر“

شاہ ولی اللہ ایمان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کامل ایمان یہ ہے کہ عقل فطرت پر یوں غالب آجائے، مقتضائے عقل

مقتضائے طبعی سے بہتر معلوم ہو یہی معاملہ رسول ﷺ سے محبت کا رہا ہے عشق نبی ﷺ کی یہ حالت کاملین میں دیکھی جاتی ہے کسی نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ مجھے اسلام میں کوئی ایسی بات ارشاد فرمائیے کہ پھر آپ کے بعد کسی سے دریافت نہ کروں اور ایک روایت ہے کہ پھر آپ کے سوا کسی اور سے دریافت نہ کروں آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: قل امنت باللہ ثم استقم (یہ کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر قائم رہ) اس ارشاد کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے سامنے فرمانبرداری اور اسلام کے حالات رکھے پھر جو کام اس کے مناسب ہو اس کو کیا کرے اور جو اس کے خلاف ہو اسے ترک کر دے۔ (۴۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے عدی بن عدی کو لکھا:

”و کتب عمر بن عبدالعزیز البعدی بن عدی: ان للایمان فرائض و شرائع و حدودا و سنننا، فمن استكملها استكمل الايمان، و من لم يستكملها لم يستكمل الايمان“ (۴۴)

”بیشک ایمان کے تقاضے، احکام، حدود اور طریقے ہیں جس نے ان تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کی اس نے ایمان کو مکمل کرنے کی کوشش کی اور جس نے انہیں پورا نہیں کیا اس نے ایمان مکمل نہیں کیا“

مفتی محمد شفیع کے نزدیک ایمان کی تعریف یہ ہے کہ ”اصطلاح شرح میں خیر رسول کو بغیر مشاہدہ کے محض رسول ﷺ کے اعتماد پر یقینی طور سے مان لینے کا نام ایمان ہے ایمان قلب سے شروع ہوتا اور ظاہر عمل پر پہنچ کر مکمل ہوتا ہے۔ (۴۵)

عمل صالح کیا ہیں؟

ایمان بنیادی اصولوں پر یقین کامل رکھنے کا نام ہے اور عمل صالح ان اصولوں کے مطابق عمل کا، کسی بات کا تنہا علم و یقین کامیابی کے لئے کافی نہیں جب تک اس علم اور یقین کے مطابق عمل بھی نہ ہو۔ (۴۶)

ابوالکلام آزادؒ کے بقول: ”عمل سے مقصود وہ اعمال ہیں جنہیں قرآن نے اعمالی صالحہ قرار دیا ہے“ (۴۷)

”عمل صالح“ کا مفہوم بہت وسیع ہے اس کے اندر انسانی اعمال خیر کے تمام جزئیات داخل ہیں تاہم ان کی جلی تقسیمات حسب ذیل ہیں:

۳: معاملات (۴۸)

۲: اخلاق

۱: عبادات

الغرض سیرت مبارکہ کے تیار کردہ فرد و معاشرے میں وہ خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں جن سے معاشرے میں امن و سکون کا دور دورہ ہوتا ہے اور وہ فرد و معاشرہ آئیڈیل بن جاتا ہے، ویسے تو سیرت مبارکہ فرد و معاشرے میں ان گنت خوبیاں پیدا کرتی ہے لیکن یہاں ان میں سے چند ایک کا ذکر تفصیلاً کیا جاتا ہے۔

۱: حقوق العباد:

سیرت نبی کے تیار کردہ فرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا رہے جب فوت ہو جائے تو اس کے جنازے

میں شریک ہو اور اس کے کفن و دفن کا بندوبست کرے، اس کی چھینک کا جواب دے، اس کی دعوت قبول کرے اور اس کے سلام کا ایسا ہی یا اس سے اچھا جواب دے، اسی طرح کسی مسلمان یا ذی کوا سلمہ وغیرہ دکھا کر یا کسی اور طرح دہشت زدہ نہ کرے۔ ایک دوسرے کے عیبوں پر پردہ ڈالنے اور پوشیدہ باتوں کو چھپانے والا ہو آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

”عن ابی ہریرۃ الأسلمیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یا معشر من امن بلسانہ ولم یدخل الایمان قلبہ لا تنجابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتہم فانہ من اتبع عوراتہم یتبع اللہ عورته ومن یتبع اللہ عورته یفضحہ فی بیتہ“ (۴۹)

”ابی ہریرۃ الأسلمیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے وہ لوگو! جو زبان سے اسلام لائے ہو اور ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں نہیں اترا، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے پوشیدہ رازوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو“

بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کا حکم دیا اور فحش گوئی سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

”عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی“ (۵۰)

”عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں ہے مومن طعن کرنے والا اور نہ لعنت کرنے والا اور نہ فحش بکنے والا اور نہ بیہودہ گو“

۲: محبت کا داعی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (۵۱)

”اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ“

سیرت مبارکہ کا پیغام محبت کی دعوت اور تفرقے کا خاتمہ ہے، آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

”عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا“ وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ“ (۵۲)

”مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ، دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے“

اسی طرح معاشرے میں محبت کے پھیلاؤ کے لئے مسلمان اور کافر سب کے ساتھ عادلانہ برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے ارشاد

باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوْمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَا نُ قَوْمٍ عَلَىٰ آلَا تَعْدِلُوا إِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾ (۵۳)

”اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، کسی

قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے“

۳: احساسِ ذمہ داری:

فرد کی معاشرے کے لئے وہی حیثیت ہے جو بدن کے لئے خلیے کی حیثیت ہے جس طرح بدن اسی وقت صحت مند رہتا ہے جب اس کے تمام خلیے درست ہوں اور ہر خلیہ اپنا کام بہتر طور پر انجام دے رہا ہو اسی طرح معاشرہ اسی وقت درست اور صحت مند ہوتا ہے جب اس کے تمام افراد درست ہوں اور اپنی ذمہ داریاں، فرائض، بہتر طور پر انجام دے رہے ہوں، متوازن اور کامل شخصیت کی اہم صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ فرد میں ہر اعتبار سے ذمہ داری کا احساس ہو، خواہ خاندان سے متعلق ذمہ داریاں ہوں یا اس ادارہ سے متعلق ہوں جس میں آدمی کام کرتا ہے یا ساتھیوں، رفیقوں، پڑوسیوں اور دوسرے ملنے جلنے والے لوگوں سے متعلق ذمہ داریاں ہوں یا پورے معاشرے یا پورے عالم انسانیت سے متعلق عائد ہونے والی ذمہ داری ہو جب معاشرے کا ہر فرد دوسرے ان افراد سے متعلق اپنی ذمہ داری محسوس کرتا ہے جن کی دیکھ بھال اور نگرانی اس کے ذمہ ہے اور اپنے کام کے سلسلہ میں ذمہ داری محسوس کرتا ہے نیز معاشرے کے عمومی مفاد یعنی معاشرے کو ترقی دینے کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری محسوس کرتا ہے تو معاشرے کے تمام افراد امن و خوشحالی میں رہتے ہیں، سب لوگوں کا بھلا ہوتا ہے، متوازن شخص دوسروں کے بارے میں اپنی اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داری کا احساس رکھتا ہے اس لئے وہ ہمیشہ دوسروں کی مدد کرنا چاہتا ہے اور ان کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھاتا ہے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی تربیت میں اس بات پر بھی توجہ فرمائی کہ ان میں احساسِ ذمہ داری پیدا ہو۔ حدیث مبارکہ ہے کہ

”عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ انه قال الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ
فا لا امیر الذی علی الناس راع و هو مسئول عن رعیتہ و الرجل راع علی اهل بیتہ و هو
مسئول عنہم و المرأة راعیة علی بیت بعلہا و ولده و هو مسئلة عنہم و العبد راع علی
مال سیدہ و هو مسئول عنہ الا فکلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ“ (۵۴)

”حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی، جو شخص لوگوں کا حاکم ہے وہ راعی ہے اسے اپنی رعیت کے سلسلے میں جواب دہی کرنی ہوگی اور آدمی حاکم ہے اپنے گھر والوں کا اس سے سوال ہوگا ان کا اور عورت حاکم ہے اپنے خاندان کے گھر کی اور بچوں کی اس سے ان کا سوال ہوگا اور غلام حاکم ہے اپنے مالک کے مال کا اس سے اس کا سوال ہوگا غرض یہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور تم میں سے ہر ایک سے سوال ہوگا اس کی رعیت کا“

۴: خود اعتمادی:

آپ کی تربیت نے مسلمانوں کی خود اعتمادی میں بے پناہ اضافہ کر دیا انہیں نقص، ضعف اور خوف کے احساس سے نجات

دلالتی، انہیں عزت نفس، اظہار رائے کی جرأت اور لوگوں سے خوف کے بغیر اپنے خیالات و احساسات کی ترجمانی کی ترغیب دی، حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ لا یحقر احدکم نفسه قالوا یا رسول اللہ ﷺ کیف یحقر احدکم نفسه قالوا یری امرأ للہ علیہ فیہ مقال ثم لا یقول فیہ فیقول اللہ عزوجل له یوم القیامۃ ما منعک ان تقول فی کذا فیقول خشیۃ الناس فیقول فایای کنت احق ان تخشی“ (۵۵)

”ابی سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنے کو حقیر نہ سمجھے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی اپنے کو کس طرح حقیر سمجھے گا؟ آپؐ نے جواب دیا کہ کوئی ایسی چیز دیکھے جو احکام الہی کے اعتبار سے قابل تکبر ہے پھر بھی اس پر تکبر نہ کرے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز فرمائیں گے فلاں فلاں باتوں پر تم نے تکبر کیوں نہ کی؟ وہ جواب دے گا ”لوگوں کے ڈر سے“ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں اس کا زیادہ حق دار تھا کہ تم مجھ سے ڈرتے“

انسان کے اندر خود اعتمادی پیدا ہونے میں اس سے بھی مدد ملتی ہے کہ انسان کا خود اپنے بارے میں اچھا تصور ہو انسان کا اپنے بارے میں جو تصور ہوتا ہے اس کا اس انسان کی زندگی پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے اگر انسان کا اپنے بارے میں یہ تصور ہے کہ میں لوگوں کی محبت اور قدر دانی کا اہل ہوں اور میں کامیاب اور صاحبِ اہلیت ہوں تو اس کی زندگی بھی عموماً اس تصور سے ہم آہنگ ہوتی ہے اور اگر اپنی ذات کے بارے میں انسان کا تصور یہ ہے کہ میں لوگوں کی محبت اور قدر دانی کا اہل نہیں ہوں اور میں ناکام اور نااہل شخص ہوں تو اس کی زندگی بھی اسی تصور سے ہم آہنگ ہوگی لہذا اس میں خود اعتمادی کا فقدان ہوگا انسان کا اپنے بارے میں تصور اس کے سماجی نشوونما کے دوران والدین اور اہل خانہ کے برتاؤ اور بہت سے مواقع پر اپنے ذاتی تجربات کے نتیجے میں قائم ہوتا ہے، آپؐ اپنی اولاد اور نواسوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے میں انسانی نمونہ تھے صحابہ کرامؓ آپؐ کی پیروی کرتے، آپؐ صحابہ کرامؓ کو اولاد کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی ترغیب دیتے حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

”انس بن مالک یحدث عن رسول اللہ ﷺ قال اکرموا اولادکم واحسنوا ادبہم“ (۵۶)

”انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کی عزت کرو (ان کے کھانے، پینے، پہننے اور تعلیم و تربیت کا خیال رکھو) اور انہیں اچھا طریقہ سکھاؤ“

۵: قیام خیر و رفع شر کا پیکر:

سیرت مبارکہ سے ایسا معاشرہ پیدا ہوتا ہے جس میں نیکی و بدی کے پیمانے مقرر ہوتے ہیں اور اگر معاشرے کے افراد ان سے تجاوز کرتے ہیں تو ان کے لئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصول بھی بنائے گئے ہیں اور ہر فرد کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہے بدی سے خود بچنے اور دوسروں کو بچانے کی ہدایات دی گئیں ہیں قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۵۷)
 ”اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ و زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو“

آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

”عن ابی سعید الخدریؓ عن رسول اللہ ﷺ قال: من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبه وذلك اضعف الایمان“ (۵۸)

”ابو سعید خدریؓ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ تم میں سے جو شخص کسی غیر شرعی کام کو دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اسے روکے اگر (ہاتھ سے روکنے کی) طاقت نہ ہو زبان سے روکے اور اگر (زبان سے روکنے کی) طاقت نہیں تو دل سے (براجانے) اور دل سے براجانا ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے“

۶: معیارِ فضیلتِ تقویٰ:

سیرت مبارکہ کا تیار کردہ فرد کسی خاندان یا رنگ و نسل کی بنا پر کوئی تفریق نہیں کرتا جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿إِن كَرَّمَكُم مِّنَ اللَّهِ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فَمَا لَكُم مِّنْهُ لَأَعْتَابُ﴾ (۵۹)

”اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے“

اس حوالے سے آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

”عن ابی ہریرہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اثنان فی الناس هما بہم کفر الطعن فی النسب و النیاحۃ علی المیت“ (۶۰)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگوں میں دو باتیں موجود ہیں اور وہ کفر ہیں ایک حسب و نسب میں طعنہ

زنی اور دوسری، میت پر نوحہ کرنا“

۷: میانہ روی:

سیرت مبارکہ ہر چیز میں فرد کی راہنمائی کرتی ہے مثلاً شجاعت کا مطلوب بزدلی ترک کرنے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں

ڈالنے کا درمیانی راستہ ہے اسی طرح جو دو سچا، بخل اور فضول خرچی کے درمیان میانہ روی کی راہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا﴾ (۶۱)

”اور اپنا ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ بندھا نہ رکھ اور نہ اسے پوری طرح کھول کہ پھر ملامت زدہ اور تھکا ہارا ہو کہ

بیٹھ رہے“

ہر چیز میں وسطیٰ راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (۶۲)

”اور (جیسے تمہیں ہدایت دی) اسی طرح ہم نے تمہیں افضل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو“
گویا سیرت مبارکہ کے تیار کردہ افراد بہترین امت ہیں ان کی زندگی محض ان کی ذات تک محدود نہیں بلکہ دوسروں کے

لئے بھی موثر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (۶۳)

”تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کے لئے پیدا کی گئی، تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو“

۸: ثابت قدمی:

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا
وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾ (۶۴)

”بلاشبہ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر وہ اس پر جم گئے، ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اترتے ہیں، نہ تم ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا“

سیرت مبارکہ سے فرد کے لئے استقامت اور ثابت قدمی کا درس ملتا ہے آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ
”عن سفیان بن عبد اللہ الثقفی قال قلت یا رسول اللہ قل لی فی الاسلام قولاً لا اسأل
عنه احداً بعدك وفي حدیث ابی اسامہ غیرك قال قل آمنت باللہ ثم استقم“ (۶۵)
”سفیان بن عبد اللہ ثقفی سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ مجھے اسلام میں ایسی بات بتا دیجیے کہ پھر
میں اس کو آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں، آپ نے فرمایا کہ کہہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر جمارہ، ابو
اسامہ کی روایت میں ہے: آپ کے سوا کسی سے“

اسی طرح سیرت مبارکہ سے محبت والفت اور باہمی اتفاق و اتحاد کی تاکید کی جاتی ہے، تفریق و انتشار اور ناروا اختلاف

سے روکا جاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (۶۶)

”اور سب مل جل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ“

۹: اتفاق فی سبیل اللہ:

قیامت کے دن جب کوئی بھی مددگار نہ ہوگا اور محاسبہ کا دن ہوگا اور دکالت کرنے والا بھی کوئی نہ ہوگا اس دن جہنم سے

بچانے میں زیادہ مددگار صدقہ ہوگا جیسا کہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ:

”عن ابی ہریرۃؓ ان رجلاً قال للنبی ﷺ ان ابی مات وترك مالا ولم یوص فہل یکفر عنہ ان اتصدق عنہ قال نعم“ (۶۷)

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ایک شخص نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرا باپ مر گیا اور مال چھوڑ گیا اور اس نے وصیت نہیں کی کیا اس کے گناہ بخشے جائیں گے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں“

اپنے بیٹوں اور قریبی عزیزوں کے مستقبل کے سنوارنے کیلئے جو لوگ اپنا مال بچا کر رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کی اولاد ہو سکتا ہے کہ غربت اور تنگدستی کا شکار ہو جائے اور بچایا ہوا مال کسی کام نہ آئے اور جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اپنی اولاد کے مستقبل کو اللہ کی قدرت اور رحمت کے حوالے کرتے ہیں ممکن ہے کہ ان کی اولاد خوشحالی کی زندگی بسر کرے، پہلے شخص کی منصوبہ بندی سے نہ اس کی اولاد کا فائدہ ہوا اور نہ اس کا اپنا فائدہ ہوا، جبکہ دوسرے شخص کو ہر حال میں نفع ہوگا۔

۱۰: خوف خدا:

جب انسان سیرت مبارکہ سے راہنمائی لیتا ہے تو سب سے پہلے اس کے دل میں خوف خدا آ جا کر ہوتا ہے اور یہ احساس اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے کہ اس کے تمام اعمال کی جزا و سزا کا ایک دن مقرر ہے اور اس دن اسے خدائے واحد کے حضور پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کے مطابق جزا و سزا کا مستحق قرار پانا ہے، صحابہ کرامؓ اس دن اور عذاب الہی سے خائف رہتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ

”عن المسور بن مخرمۃ قال: لما طعن عمر جعل یالم، فقال له ابن عباس وکان ذاک، لقد صحبت رسول اللہ ﷺ فاحسنت صحبتہم، ولئن فارقتہم لتفارقنہم وهم عنک راضون قال: اما ما ذكرت من صحبتہ رسول اللہ ﷺ ورضاه فانما ذاک من من اللہ تعالیٰ من بہ علی، واما ما ذكرت من صحبتہ ابی بکر ورضاه فانما ذاک من من اللہ جل ذکرہ من بہ علی، واما ما تری من جزعی فہو من اجلك واجل اصحابک، واللہ لو ان لی طلاع الارض ذہبا لافتدیت بہ من عذاب اللہ عزوجل قبل ان اراہ“ (۶۸)

”مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا جب حضرت عمرؓ (حنجر سے) زخمی کیے گئے (بین نماز میں) تو بے قراری کرنے لگے ابن عباسؓ انکو تسلی دینے لگے، امیر المؤمنین! کچھ اندیشہ نہیں ہے، تم نہیں مرو گے یا اگر تم مرد تو فکر نہ کرنا چاہیے) تم نے تو آپؐ کی صحبت اٹھائی اور اچھی طرح آپؐ کے ساتھ گزارا، جب آپؐ جدا ہوئے تو تم سے راضی جدا ہوئے، پھر تم نے ابو بکرؓ سے صحبت کی، ان سے اچھی طرح گزارا، پھر لوگوں سے تمہاری صحبت رہی، اگر تم (خدا نخواستہ) مر بھی جاؤ گے تو سب کو راضی چھوڑ کر مرو گے، حضرت عمرؓ نے یہ جواب

دیا، تم جو آپ کی صحبت کا ذکر کرتے ہو اور آپ کے وصال تک مجھ سے رضامندی، یہ تو اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا احسان تھا اور حضرت ابو بکرؓ کی صحبت اور رضامندی کا جو تم نے ذکر کیا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا مجھ پر انعام و احسان ہی ہے، تم جو میری بے قراری دیکھتے ہو (وہ کوئی زخم یا تکلیف کے درد سے نہیں) بلکہ تم اور تمہارے ساتھیوں کی فکر سے ہے، قسم خدا کی اگر میرے پاس زمین بھر کر سونا ہو تو میں اللہ کا عذاب دیکھنے سے پہلے ہی اس کو دے کر اپنے تئیں چھڑالوں“

۱۱: شوقِ جہاد و شہادت:

انسان جب کسی چیز سے ڈرتا ہے تو اس سے دور بھاگتا ہے لیکن جب انسان اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے اور عہد نبوی میں شہادت ایک ابدی زندگی خیال کی جاتی تھی اس لئے ہر شخص اس آپ حیات کا پیاسا رہتا تھا جس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے:

”عن عبد الله بن قيس عن ابيه قال سمعت ابي وهو لحضرة العدو يقول قال رسول الله ﷺ ان ابواب الجنة تحت ظلال السيوف فقال رجل رث الهيئة فقال يا ابا موسى ان انت سمعت رسول الله يقول هذا قال نعم قال فرجع الى اصحابه فقال اقرء عليكم السلام ثم كسر جفن سيفه فالفاه ثم مشى بسيفه الى العدو فضرب به حتى قتل“ (۶۹)

”حضرت عبد اللہ بن قیسؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ دشمن کے سامنے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں کے تلے ہیں یہ سن کر ایک شخص اٹھا، غریب میلا کچیلدا اور کہنے لگا: اے ابو موسیٰ! تم نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ایسا فرماتے تھے، انہوں نے کہا: ہاں، یہ سن کر وہ اپنے دوستوں کی طرف گیا اور کہا میں تم کو سلام کرتا ہوں اور اپنی تلوار کا نیا تم توڑ ڈالا پھر تلوار لے کر دشمن کی طرف گیا اور مارا دشمن کو یہاں تک کہ شہید ہوا“

۱۲: عفو درگزر:

سیرت مبارکہ انسان کے اندر عفو درگزر کی صفات پیدا کرتی ہے جس سے سخت سے سخت گیر انسان بھی عفو درگزر کرنے لگتا ہے اور آپ کے پیدا کردہ انسانوں کی زندگیاں قرآن کی اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہیں:

﴿وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظِ وَ الْعٰفِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (۷۰)

”غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے“ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ:

”عن السائب بن يزيد قال: كنت قائما في المسجد فحصبني رجل، فنظرت فاذا عمر بن الخطاب فقال: اذهب فانتني بهذين، فحنته بهما. قال: من انتما. او من اين انتما؟“

قال: من اهل الطائف. قال: لو كنت من اهل البلد لا وجعتكما، ترفعان اصواتكما في مسجد رسول الله ﷺ! (۷۱)

”صائب بن یزید سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے مجھ پر کتک پھینکا، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ ہیں، انہوں نے کہا: جاؤ ان دونوں شخصوں کو میرے پاس بلا لا، میں ان کو بلا لایا، حضرت عمرؓ نے پوچھا: تم کون ہو؟ یا یوں فرمایا: کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم طائف والے ہیں! حضرت عمرؓ نے کہا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا تم آپ کی مسجد میں پکارا کرتے ہو (غل مچاتے ہو)“

۱۳: احسان:

قرآن پاک میں واضح حکم ہے کہ:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايَ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (۷۲)

”بے شک اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قربت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے

کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے، وہ خود تمہیں نصیحت کر رہا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو“

آپؐ نے ضرورت مندوں کو قرض دینے، نیکی کا نور پھیلانے اور احسان کرنے کی ترغیب دی ہے۔ حاجت مندوں کی

ضروریات پوری کرنا، مصائب کا مداوا کرنا، اور مستعار چیزیں دینا بھی نہایت مستحسن بلکہ ضروری گردانا ہے، اور ایسا کرنے والے کے لئے دنیا اور آخرت میں بہت اچھے بدلے کا وعدہ کیا ہے، آپؐ کا ارشاد ہے:

”عن ابی ہریرہؓ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثه الا من صدقة جار یا او علم ینتفع به او ولد صالح یدعوله“ (۷۳)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل موقوف

ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ کا دوسرا علم کا جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں،

تیسرے نیک بخت بچے کا جو اس کے لئے دعا کرے“

۱۴: شرم و حیاء:

معاشرے کے امن و سکون کیلئے شرم و حیاء ایک انتہائی لازمی جزو ہے اگر اس صفت کا خاتمہ ہو جائے تو معاشرہ برائی کی آماجگاہ بن جائے اور دوسروں کی عفت و عصمت کی حفاظت ممکن نہ رہے گی اور معاشرتی امن و سکون تباہ ہو کر رہ جائے۔ آپؐ کی ساری زندگی شرم و حیاء کا پیکر رہی آپؐ نے انہی خطوط پر صحابہ کرامؓ کی تربیت فرمائی جو معاشرے کے امن و سکون اور دوسروں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہوں صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جن سے شرم و حیاء کی بے نظیر مثالیں ملتی ہیں موطا امام محمد میں یہ روایت موجود ہے کہ

”اخبرنا مالك اخبرنا يحيى بن سعيد قال سمعت عبدالله بن عامر يقول بينا انا اغسل و

يتيم كان في حجري يصب علي صاحبنا اذ طلع علينا عامر ونحن كذلك فقال

يَنْظُرُ بَعْضُكُمْ إِلَى عَوْرَةِ بَعْضٍ وَاللَّهُ انِّي كُنْتُ لَا حَسْبِيُمْ خَيْرًا مِّنْ قَوْمٍ وَلِدُوا فِي
 الْإِسْلَامِ لَمْ يُولِدُوا فِي شَيْءٍ مِنَ الْجَاهِلِيَّةِ وَاللَّهُ لَا يَرْضِي الْخُلْفَ“ (۷۴)

”حضرت عبداللہ بن عامر ایک روز غسل کر رہے تھے ان کے والد حضرت عامر ایک یتیم بچے کی پرورش کرتے
 تھے وہ بھی ساتھ نہا رہا تھا اور دونوں ایک دوسرے کے بدن پر پانی ڈال رہے تھے حضرت عامر نے دیکھا تو کہا
 کہ ایک دوسرے کی شرم گاہ کو دیکھ رہے ہو۔ خدا کی قسم ہم تم کو اپنے آپ سے اچھا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ
 لوگ عہد اسلام میں پیدا ہوئے ہیں جاہلیت کے زمانے میں پیدا نہیں ہوئے لیکن خدا کی قسم! تم لوگ بڑے
 ناخلف ہو“

۱۵: دوسروں پر رحم کرنے والا:

اسلام رحمت کا دین ہے اور اپنے ماننے والوں کو بھی رحمت کا درس دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
 ﴿فَتَلَقَىٰ آدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (۷۵)

”پھر آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمے سیکھ لئے تو (اللہ نے مہربانی کرتے ہوئے) ان کی توبہ قبول فرمائی، بے
 شک وہی توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے“

آپ کا ارشاد ہے کہ:

”عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ الدين النصيحة ثلاث مرار قالوا يا رسول الله
 ﷺ لمن قال لله ولكتابه ولائمة المسلمين وعامتهم“ (۷۶)

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اہل زمین پر رحم کرو آسمانوں والا (رب) تم پر رحم
 فرمائے گا“

الغرض دنیا کی بے سکونی اور انسانی مسائل کا مداوا صرف اسی صورت ممکن ہے کہ معاشرے سے فواحش و منکرات کا خاتمہ
 ہو جائے اور قیام خیر جیسی دیگر صفات پیدا ہوں تاکہ ہر کسی کو اس دنیا میں آنے کا مقصد پورا کرنے میں آسانی حاصل ہو۔ اخلاق
 رذیلہ سے چھٹکارے اور اخلاق حسنہ سے مستفید ہونے کیلئے کسی ایسے عملی نمونے کی ضرورت ہے جس کی زندگی ان تمام اخلاق حسنہ
 کا مجسمہ ہو اور اخلاق رذیلہ سے حکمت کے ساتھ روکے اور روکنے میں بھی خیر کا پہلو نمایاں ہو ایسی ہستی اور ایسا عملی نمونہ صرف اور
 صرف رسول خدا ﷺ کی زندگی میں موجود ہے اور جس کا ثبوت آپؐ کی سیرت مبارکہ پر عمل کرنے والے ان اولین افراد کی
 مثالیں موجود ہیں جن کیلئے صحابہ کرامؓ کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں اور آج کی زندگی میں بھی آپؐ کی سیرت مبارکہ کے تیار
 کردہ افراد کی زندگیاں مشعل راہ ہیں جن کی پیروی کر کے گناہوں کی دلدل میں ناکارہ ہونے والا، کسی بھی طبقے سے تعلق رکھنے والا
 مکمل رہنمائی حاصل کر سکتا ہے اور معاشرے کا کارآمد جزو بن سکتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

- ۱: النساء ۴:۲۳
- ۲: اصفہانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، م ط مکتبہ صدیقیہ بیگورہ سوات، س ط ندارد، ص ۱۹۰
- ۳: ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، الافریق المصری، لسان العرب، ص ۳۹۹/۱، م ط دار صادر بیروت (لبنان)، س ط ۱۹۵۵ء
- ۴: سیہارودی، محمد حفظ الرحمن، اخلاق اور فلسفہ اخلاق، ص ۲۷۰-۲۷۱، م ط مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، س ط ۱۹۷۶ء
- ۵: اصلاحي، امین احسن، مولانا، تزکیہ نفس، ص ۱۳۳/۲، م ط فاران فاؤنڈیشن لاہور، س ط ۱۹۹۸ء
- ۶: اصفہانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، ص ۲۱۸
- ۷: اصفہانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، ص ۲۱۸-۲۱۹
- ۸: شبلی نعمانی، علامہ اسید سلیمان الندوی، سیرت النبی، ص ۵/۶، م ط مکتبہ الفیصل اردو بازار لاہور، س ط ندارد
- ۹: محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ص ۳۳۵/۱، م ط مکتبہ معارف القرآن کراچی، س ط ۲۰۰۹ء
- ۱۰: الذاریات ۵۱:۵۶ ۱۱: الروم ۳۰:۳۰
- ۱۲: بخاری، امام محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا سلم لصی فمات حل، یصلی علیہ وحل یعرض علی الصی الاسلام، م ط قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، س ط ندارد، ص ۱۸۰/۱
- ۱۳: محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ص ۱۷۲/۸ ۱۴: البقرہ ۲:۱-۳
- ۱۵: التمس ۹۱:۸ ۱۶: التمس ۹۱:۱۰
- ۱۷: الاحزاب ۳۳:۲۱ ۱۸: اردو اترہ معارف اسلامیہ، ص ۵۰۵/۱۱، م ط دانش گاہ پنجاب لاہور، س ط ۱۹۷۵ء
- ۱۹: الانبیاء ۲۱:۱۰۷ ۲۰: الحشر ۵۹:۷
- ۲۱: تبریزی، ولی الدین الخطیب، امام، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصدقہ، باب فضل الصدقہ، ص ۱۶۸/۱، م ط قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، س ط ۱۳۶۸ھ
- ۲۲: النساء ۴:۱۳۶
- ۲۳: بخاری، امام محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب سوال جبرائیل نبی ﷺ عن الایمان والاسلام۔۔۔ ص ۱۲/۱
- ۲۴: الذاریات ۵۱:۵۶ ۲۵: الانعام ۶:۱۶۲
- ۲۶: المؤمن ۳۰:۶۰
- ۲۷: القشیری، امام مسلم، ابوالحسن، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار، باب فضل الذکر والتقرّب الی اللہ تعالیٰ، م ط قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، س ط ندارد، ص ۳۳۳/۲
- ۲۸: الکوثر ۱۰۸:۲۰
- ۲۹: امام نسائی، ابی عبدالرحمن احمد بن شعیب، سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب من ذبح لغير اللہ عزوجل اجرنا، م ط قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، س ط ندارد، ص ۲۰۷/۲
- ۳۰: الحج ۲۲:۲۹
- ۳۱: اعلق ۹۶:۱۹ ۳۲: البقرہ ۲:۱۹۵
- ۳۳: آل عمران ۳:۳۱
- ۳۴: امام مسلم، ابوالحسن القشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال من اتصف بہن وجد حلاوة الایمان، ص ۴۹/۱
- ۳۵: النساء ۴:۱۳۶ ۳۶: النساء ۴:۶۵
- ۳۷: امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتراب من رسول اللہ ﷺ، ص ۱۰۸۱/۲
- ۳۸: امام مسلم، ابوالحسن القشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب حجة رسول اللہ ﷺ اکثر من الاصل والولد والوالد والناس اجمعین واطلاق عدم الایمان علی من لم یحجہ ہذہ الحجۃ، ص ۴۹/۱
- ۳۹: شبلی نعمانی، علامہ اسید سلیمان الندوی، سیرت النبی، ص ۲۰۱/۳
- ۴۰: امام مسلم، ابوالحسن القشیری، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، ص ۱۹۹/۱

- ۳۱: الخلیفہ ۹:۲۹ امام مسلم، ابوالحسن القشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، ص ۲۹/۱
- ۳۳: شاہ ولی اللہ راجہ و علمہ علیہ محمود طبعہ حلہ، حجۃ اللہ البالغہ، القسم الثانی فی بیان أسرار ما جاء عن النبی ﷺ تفصیلاً، ص ۳۷۶، الجزء الاول، م ط قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، م ط ندارد
- ۳۴: امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی: (بنی الاسلام علی خمس) ص ۶/۱
- ۳۵: محمد شفیع، مقیم معارف القرآن، ص ۱۱۳-۱۰۹/۱ ۳۶: شبلی نعمانی، علامہ اسید سلیمان الندوی، سیرت النبی، ص ۱۰/۵
- ۳۷: ابوالکلام آزاد، مولانا، ایمان اور عقل، ص ۱۰۷، م ط مکتبہ قرآنیات لاہور، م ط ندارد
- ۳۸: شبلی نعمانی، علامہ اسید سلیمان الندوی، سیرت النبی، ص ۱۰/۵
- ۳۹: امام ابوداؤد، سلیمان بن اشعث البجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی الغیبة، ص ۳۲۱/۲، م ط مکتبہ امدادیہ ملتان، م ط ندارد
- ۵۰: امام ترمذی، ابویسٰیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، البر والعلیة، باب ما جاء فی اللعنة، ص ۳۶۱/۲-۳۶۲، م ط مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، م ط ندارد
- ۵۱: آل عمران ۱۰۳:۳
- ۵۲: امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الصلوٰة، باب تشبیک الاصلح فی المسجد وغیرہ، ص ۲۹/۱
- ۵۳: المائدہ ۸:۵
- ۵۴: امام مسلم، ابوالحسن القشیری، صحیح مسلم، کتاب الامارت، باب فضیلة الامام العادل و عقوبۃ الجائر و الحدیث بالرفق بالرعیۃ و النهی عن ادخال المشقة علیہم، ص ۱۲۲/۲
- ۵۵: ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب الامر بالمعروف و النهی عن المنکر، ص ۲۸۹، م ط قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، م ط ندارد
- ۵۶: ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب بر الوالد و الاحسان الی البنات، ص ۲۶۱
- ۵۷: المائدہ ۰۳:۰۵
- ۵۸: امام الترمذی، ولی الدین الخطیب، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب لا امر بالمعروف، ص ۳۳۶/۲
- ۵۹: الحجرات ۱۳:۳۹
- ۶۰: امام مسلم، ابوالحسن القشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اطلاق اسم الکفر علی الطعن فی النسب و النبیاء، ص ۵۸/۱
- ۶۱: بنی اسرائیل ۲۹:۱۷ ۶۲: البقرہ ۱۳۳:۲
- ۶۳: آل عمران ۱۱۰:۳ ۶۳: حم السجدہ ۳۱:۳۱
- ۶۵: امام مسلم، ابوالحسن القشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام، ص ۳۸/۱
- ۶۶: آل عمران ۱۰۳:۳
- ۶۷: امام مسلم، ابوالحسن القشیری، صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب وصول ثواب الصدقات الی المیت، ص ۳۱/۲
- ۶۸: امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن خطاب ابی حفص القرشی العدوی، ص ۵۳۱/۱
- ۶۹: امام مسلم، ابوالحسن القشیری، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب مجتہد الجنۃ للشہید، ص ۱۳۹/۲
- ۷۰: آل عمران ۱۳۳:۳
- ۷۱: امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الصلوٰة، باب رفع الصوت فی المسجد، ص ۶۷/۱
- ۷۲: النحل ۹۰:۱۶
- ۷۳: امام مسلم، ابوالحسن القشیری، صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلتحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ، ص ۳۱/۲
- ۷۴: امام محمد، ابوعبداللہ محمد بن حسن بن فرقد شیبانی، مؤطا امام محمد، ابواب السیر، باب الرجل ینظر الی عورۃ الرجل، ص ۳۹۳، م ط قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، م ط ندارد
- ۷۵: البقرہ ۳۷:۲
- ۷۶: امام ترمذی، ابویسٰیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، البر والصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ الناس، ص ۳۵۶/۲